شبانہ امان اللہ

پی ایچ۔ ڈی اسکالر، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

سراج الدین ظفؔر اور ان کے خانوادے کی علمی و ادبی خدمات

Shabana AmanulLah

PhD Scholar, Urdu Department,

Allama Iqbal Open University, Islamabad

Scientific and Literary Services of Sirajud Din Zafar and Family

This article is on sternuous efforts done by Siraj.ud.din Zafar and his family in literature and education. There are three well known personalities in family----- his maternal grand father, mother Mrs. Zainab Abdul Qadir and himself. Molvi Faqeer Muhammad's educational, literary and journalistic endeavours render him a high place in literary circle. Throughout his life he remained busy in literary activities. Mrs. Zainab Abdul Qadir holds a distinct position in Urdu literature. Her speciality is mytery,supernatural and short story writing. She has a complete grip over human psychology and social issues.

Siraaj ud din Zafar is a multi talented person. Though his reason of fame is urdu ghazal but he also holds a unique podition in other genere of poetry. He also experimented in poem,Mathnavi and Rubaa'i. He wrote a book comprising of short stories and editted many books on different topics.He had a keen interest in astronomy,politics and history. He holds an important place in promoting Classical Urdu Ghazal.

کسی بھی زبان کے ادب کو پنپنے اور پروان چڑھنے کے لیے ایک طویل عرصہ اور تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال ادبا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ادبا کبھی انفرادی، کبھی اجتماعی اور کبھی تحریکوں کی صورت میں ادبی تخلیقات کی آبیاری کرتے ہیں اور خونِ جگر سے انھیں سینچ کر تناور درخت میں تبدیل کر دیتے ہیں۔ تراش خراش اور کاٹ چھانٹ کے مراحل طے کرتا ہوا یہ ادب دنیائے علم و ہنر پر درخشاں اور ان منٹ نقوش چھوڑ جاتا ہے۔ ان اربابِ علم و ادب میں سراج الدین ظفؔر اور ان کے علمی و ادبی خانوادے کا بھی شمار ہوتا ہے۔ اس خانوادے میں تین بڑی ادبی شخصیات نمایاں ہیں۔ سب سے پہلے مولوی فقیر محمد جہلمی جو جید عالم اور معروف صحافی تھے۔ دوم سراج الدین ظفؔر کی والدہ مسز زینب عبدالقادر جو ادبی دنیا میں مسز عبدالقادر کے نام سے مشہور ہوئیں۔ ان کا شمار نام ور افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے۔ سوم سراج الدین ظفؔر جو بیسویں صدی کے ممتاز غزل گو شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں۔

علم وادب کے فروغ میں مولوی فقیر محمد کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔ ان کا تعلق جہلم سے تھا۔ وہ نابغہ روزگار صحافی اور ادیب تھے۔ انجم سلطان شہباز ''تاریخ جہلم'' میں مولوی فقیر محمد کا تعارف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں:

''مولانا فقیر محمد جہلمی موضع چٹن ۱۲۶۰ ہجری مطابق ۱۸۴۴ء میں بروز جمعرات حافظ محمد سفارش کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد گاؤں کی مسجد میں بحیثیت خطیب و مدرس خدمتِ اسلام میں معروف تھے۔ چونکہ آپ کا تعلق ایک دینی گھرانے سے تھا اسی لیے آپ نے مختلف مقامات سے علومِ مروجہ کی تکمیل فرمائی۔''(۱)

مولوی فقیر محمد نے مذہبی ماحول میں پرورش پائی لہٰذا مذہب سے ان کی وابستگی قدرتی بات تھی۔ ان کے والد بھی دینی عالم تھے۔ والدہ پنجابی کی شاعرہ تھیں اور بیراگن تخلص کرتی تھیں۔ وہ سی حرفی اور بارہ ماہ جیسی اصناف میں شاعری کرتیں۔ ان کا کلام ایک بیاض میں موجود تھا جو دستبردِ زمانہ کی نذر ہوئی۔

مولوی فقیر محمد نے چھے سال کی عمر میں پڑھنے لکھنے کا آغاز کیا۔ ختمِ قرآن کے بعد کتبِ فارسیہ کا مطالعہ کیا۔ معروف عالمِ حدیث مولوی رحمت اللہ کے جہلم کے قریب سکونت اختیار کرنے پر ان سے صرف، نحو، فقہ اور دیگر علوم کی ابتدائی کتب پڑھیں۔ راولپنڈی میں مولوی عبدالکریم صاحب مفتی شاہ پور سے منطق کی تعلیم حاصل کی۔ پھر مولوی محمد حسین صاحب فیروز والہ کے تلمیذ ہوئے، ۱۲۷۶ھ میں سفرِ دہلی اختیار کیا اور مولوی محمد شاہ صاحب سے اکتسابِ فیض کیا۔ ڈیڑھ سال تک مولانا مفتی محمد صدر الدین خان صاحب صدر الصدور دہلی سے درس میں قراءةً وسماعاً کتبِ درسیہ ومتداولہ کا علم حاصل کیا اور ۱۲۷۷ھ میں اپنے وطن لوٹ آئے۔ بعد ازاں لاہور سے جلیل القدر عالم مولوی کرم الٰہی سے بھی فیض اٹھایا۔ مولوی فقیر محمد خوش خطی میں بھی طاق تھے۔ انھوں نے مطبع آفتاب پنجاب لاہور میں کتابت کی۔ اسی دوران میں ۱۲۸۴ھ میں جب مولوی حافظ ولی محمد لاہوری کی پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری بحث ہوئی تو مولوی صاحب نے تردید عقائد نصاریٰ کا مطالعہ کر کے کتاب فارسی ''تصدیق المسیح'' کا اردو سلیس میں ترجمہ کیا اور دوران میں ترجمہ تذبیلات وتصریحات کا اضافہ بھی کیا۔ علاوہ ازیں حافظ صاحب اور پادری عماد الدین کے مباحثے کا تکملہ بھی لکھا جو مطبوعہ مطبع مصطفائی لاہور کے ساتھ چھپا ہوا موجود ہے۔

مولوی صاحب نے خود کو ایک مترجم کی حیثیت سے منوایا، حافظ صاحب کی دو کتابوں کے حواشی بھی تحریر کیے۔ اس کے بعد وہ اخبار آفتاب پنجاب کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ میں جہلم سے اپنے مرحوم کم سن بیٹے سراج کے نام پر مطبع سراج المطابع مع اخبار ''سراج الاخبار'' جاری کیا۔

مسز زینب عبدالقادر کے مطابق:

''۱۳ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو ضلع جہلم کے لیے گورنمنٹ پنجاب سے سرکاری فارموں کی چھپائی کی منظوری حاصل کر کے اپنے لختِ جگر محمد سراج الدین کے نام پر جہلم میں مطبع ''سراج المطابع'' قائم کیا۔ ۵ جنوری ۱۸۸۵ء سے ہفتہ وار اخبار ''سراج الاخبار'' جاری کیا۔ جہلم سے جاری ہونے والا یہ پہلا

اخبار تھا جو حجم کے لحاظ سے ۸/ ۲۶×۲۰ سائز کے ۱۲ صفحات پر مشتمل تھا۔‘‘ (۲)

یہاں ایک بات کی تصحیح لازمی ہے کہ بہت سے مصنفین نے ’’سراج الاخبار‘‘ کو مولوی فقیر محمد کے نواسے سراج الدین ظفر سے منسوب کیا ہے جو تاریخی اعتبار سے غلط ہے۔ ان مصنفین میں صوفی محمد الدین زار سرِ فہرست ہیں جنھوں نے ’’تذکرہ جہلم‘‘ میں اس کو مولوی فقیر محمد کے نواسے سے منسوب کیا۔

مولوی فقیر محمد کا اخبار بیسویں صدی کے معیاری اخبارات میں سے ایک تھا۔ ان کی تصنیف کردہ کتب بھی ان کے علمی تبحر اور وسیع مطالعے کی غمازی کرتی ہیں۔ مولوی فقیر محمد نے محنت اور ریاضت کے بعد قلم فرسائی کی اور معیاری کتب تخلیق کیں۔ ان کی تصانیف میں ’’حدائق الحنفیہ‘‘، ’’زبدۃ الاقادیل فی ترجیح القرآن علی الاناجیل‘‘ اور رسالہ ’’آفتابِ محمدی‘‘ شامل ہیں۔ خورشید احمد خاں مرتب حدائق الحنفیہ رقم طراز ہیں:

> ’’مولوی صاحب نے ایرانی خوشنویس مرزا امام ویردی سے خوش نویسی کی مشق شروع کی۔ پھر ان کے شاگرد صوفی غلام محمد الدین وکیل سے اصلاح لی اور بعد میں میر احمد حسن کاتب دہلوی سے کتابت سیکھ کر چندے مطبع ناظر خیر اللہ خاں کابلی میں کتابت کا کام کیا، ۱۸۶۷ء سے مطبع آفتاب پنجاب میں قانونی کتب کی کتابت شروع کی اور ساتھ ساتھ رسالہ انوار الشمس کی ادارت بھی کرتے رہے۔‘‘ (۳)

مذکورہ بالا بیان مولوی فقیر محمد کے علمی و ادبی ذوق اور دلچسپی کی عکاسی کرتا ہے۔ مرتب نے مولوی صاحب کی خود نوشت میں مذکور چند مزید کتب کا ذکر کیا ہے جنھیں انھوں نے دیکھا تو نہیں مگر مولوی فقیر محمد انھیں اپنی تصانیف قرار دیتے ہیں۔ ان میں ’’صلوۃ الوتر کصلوۃ المغرب‘‘ بجواب فتویٰ مولوی احمد اللہ و مولوی حسام الدین صاحبان ساکن کوٹلہ ائمہ تحصیل جہلم جو ایک رکعت وتر یا تین رکعت بیک تشہد کے قائل ہیں۔

یہ کتاب ۱۳۱۵ھ میں تصنیف کی گئی۔ ۱۹۱۵ء میں عمدۃ الابحاث فی وقوع طلاق الثلاث لکھی۔ ’’السیف الصارم لمنکر شانِ امامِ اعظم‘‘ غیر مقلدین کے رد میں مجمع الاوصاف فی تردید اہل البدع والاعتساف اور السیف المسلول لاعداء خلفاء الرسول تردید شیعہ میں اور ہدیۃ الجبار فی ابطال نکاح غیر الکفو بغیر رضی الاولیا بھی ان کی تصانیف میں شمار ہوتی ہیں۔

مولوی فقیر محمد نے اپنی تمام عمر تحصیلِ علم اور فروغِ علم کے لیے وقف کر دی۔ ان کے قائم کردہ مطبع سراج المطابع سے بے شمار کتب طبع ہوئیں۔ پنجابی کی شہرہ آفاق تصنیف ’’سیف الملوک‘‘ کا مستند نسخہ بھی یہیں سے شائع ہوا کیونکہ ’’سیف الملوک‘‘ کے خالق میاں محمد بخش مطبع میں تشریف لا کر خود مسودہ پڑھ کر اس کی تصحیح فرماتے۔

انجم شہباز سلطان لکھتے ہیں:

> ’’اسی زمانے میں حضرت محمد بخش عارف کھڑی کا زہد و تقویٰ علم و تحقیق عصری علما پر اثرات مرتب کیے ہوئے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب میاں صاحب کی شہرہ آفاق تصنیف ’’سیف الملوک‘‘ پہلی دفعہ طبع ہوئی تو اس پر دیباچہ مولوی صاحب نے لکھا۔ بعد ازاں جب میاں صاحب کی علمی شاہکار ’’ہدایت

المسلمین‘‘ چھپی، جس میں آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں مذاہب باطلہ کی ردّ کی تو اس کا دیباچہ بھی مولانا فقیر محمد جہلمی صاحب نے لکھا۔‘‘ (۴)

مولوی فقیر محمد کی کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت حدائق الحنفیہ کے حصے میں آئی۔ یہ کتاب امام ابوحنیفہ رحمۃ علیہ سے ۱۳۰۰ھ تک دنیا بھر کے ایک ہزار سے زائد حنفی علماوفقہا کا مستند تذکرہ ہے۔ اسے مکتبہ ربعیہ نے کراچی سے شائع کیا۔ خورشید احمد خان نے اس کو مع حواشی اور تکملہ مرتب کیا۔ اس کا مقصد فقہا احناف کے مقام ومرتبے کی درست تعیین ہے۔ ’’عرض ناشر‘‘ میں امر اللہ (مدیر دارالعلوم کوئٹہ) رقم طراز ہیں:

’’حدائق الحنفیہ (تالیف: مولانا فقیر محمد جہلمی) بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، مصنف علیہ الرحمۃ نے امام ابوحنیفہ سے لے کر ۱۳۰۰ھ تک مشائخ احناف کے حالات زندگی، علمی مقام ومرتبہ، تاریخ پیدائش ووفات، اساتذہ، اہم تلامذہ اور تصانیف ایسی جامعیت اور اختصار کے ساتھ ذکر فرمائی ہیں جن کا پڑھ کر ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کتاب سب سے پہلے لاہور سے شائع ہوئی تھی۔ بعد میں نایاب ہوگئی، مولانا فقہی عبدالصمد صاحب خطیب جامع مسجد طیب کوئٹہ جن کو اللہ تعالیٰ نے کتب بینی کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے کی ایما بلکہ تعاون سے جامعہ دارالعلوم کوئٹہ کے شعبہ تصنیف نے مکتبہ ربعیہ کراچی کے توسط سے اس کی اشاعت کرائی ہے۔‘‘ (۵)

حدائق الحنفیہ مولوی فقیر محمد کی شب وروز کی ریاضتِ علمی اور تحقیقی ذوق کی غماز ہے۔ اس کتاب کے مشملات اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ انھیں اس کی تالیف میں کتنے مشکل مراحل سے گزرنا پڑا ہوگا۔ فہرست میں عرض مرتب، خودنوشت، حالات زندگی، مصنف بقلم خود، دیباچہ مصنف، فضلیت فقہ وفقہا، فضلیت فقہ از قرآن، حدیث اور اقوال علمائے کرام اور پھر ماخذِ استنباط واجتہاد اور مدارج فقہا ابتدائی حصے میں موجود ہیں۔ بعدازاں اس کتاب کو حدیقہ اول سے لے کر حدیقہ سیزدہم تک مختلف علماوفقہا کے تذکرے تک ترتیب دے کر تکملہ اور کتابیات کے بیان تک مکمل کیا گیا۔

آخر میں فہرستِ تکملہ ہے جو یحییٰ بن یمان عجلی کوفی سے لے کر داؤد بغدادی تک ہے۔ اس فہرست کے بعد مولوی فقیر محمد کے لیے قطعہ وفات پیش کیا گیا اور مولوی فقیر محمد کی تاریخ وفات مرتب نے مختلف کتب جیسے ’’فقیر جنت یافت‘‘ فقیر محمد سرفراز شد، ممتاز مورخ، مورخ دلیر مرد اور آہ مورخ فقیر محمد سے نکالی اور مولوی فقیر محمد کی شان میں حکیم سید نصیر احمد خیال کا یہ قطعہ لکھا:

مثلِ خورشید چرخِ دیں افروخت
پرچمِ علم دین بر افروخت
ماہِ تاریخ و آفتابِ فقہ
بودہ روپوش و تیرہ عالم ساخت

فکرِ سالِ وفات چوں کردم
گفت ہاتف ''فقیر جنت یافت''

________ ۱۳۳۴ھ ________

حدائق الحنفیہ کی نمایاں خصوصیات میں علما وفقہ کے حالات سن وفات کے لحاظ سے ترتیب دینا ہے۔ ابتدا میں امام ابوحنیفہ کا جامع تذکرہ ہے۔ پھر مخالفین کی طرف سے عائد کردہ الزامات کا مدلل جواب ہے اور پھر اس صدی میں وفات پانے والے علما کا الگ الگ باب پیش کیا گیا ہے جیسے صدی ہجری، تعداد علما وفقہا بیرونِ برصغیر، پھر تعداد علما وفقہا برصغیر، اور کل تعداد مثال کے طور پر حدیقہ دوم دوسری صدی، کل تعداد ۱۴، برصغیر میں تعداد صفر، کل تعداد ۱۴ شامل ہے۔ اس طرح تیرہویں صدی تک مولوی فقیر محمد نے مختلف حنفی فقہا اور علما کی ترتیب پیش کی۔ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ ساتویں صدی تک ۴۱۵ علما میں سے صرف تین کا تعلق برصغیر ہے اور تیرہویں صدی تک یہ تعداد ۵۳ ہوگئی۔

اگرچہ حدائق الحنفیہ میں دسویں صدی کے بعد علما وفقہا بیرون برصغیر کے متعلق زیادہ مواد نہیں مل سکا تاہم مولوی فقیر محمد کی اس کاوش کو خراجِ تحسین پیش کیا جاسکتا ہے کہ انھوں نے انتہائی مشکل حالات اور وسائل کی کمی کے باوجود مختلف قلمی مخطوطات کی مدد سے اس کتاب کو ترتیب دیا۔ مولوی فقیر محمد کی اس دینی وعلمی کاوش سے بہت سے محقق کسب فیض کرتے رہے۔ اس ضمن میں خورشید احمد خان رقم طراز ہیں:

> ''جہان انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگلش) اور پروفیسر بروکلمان کی تاریخِ ادب عربی (جرمن) مطبوعہ لندن، خدا بخش لائبریری پٹنہ کیٹلاگ (انگلش) میں اس کے حوالے ملتے ہیں وہاں تذکرہ علمائے ہند (فارسی) اور نزہتہ الخواطر (عربی) میں بھی اس سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے، مطبع نولکشور سے تین مرتبہ شائع ہوئی، تینوں کا متن ایک جیسا ہے۔''(۶)

حدائق الحنفیہ، کی پیش کش میں خورشید احمد خاں نے حواشی کی مدد سے نقائص یا اغلاط کی تصحیح کی اور اصل متن کو بالکل نہیں چھیڑا۔

مولوی فقیر محمد نے کتاب کے آغاز میں ان لوگوں پر تنقید کی جو علما وفقہا حنیفہ کو کم تر سمجھتے ہیں اور اس کے مختلف حدائق کی تقسیم اور تفصیل بیان کی۔ مولوی فقیر محمد نے جن کتابوں سے استفادہ کیا ان میں **''حسن المحاصرہ سیوطی'' تاریخ ابن خلکان، تاریخ ابوالفداء، دائرۃ المعارف، ردالمختار شرح درالمختار المعروف بہ شامی، فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ، روضۃ الصفا، حبیب السیر، تاریخ ددمری المعروف بہ اعظمی یعنی تاریخ کشمیر، وقائع نظامی، تتمہ تاریخ اعظمی، مسند امام خوارزمی، میزان امامِ شعرانی مالکی، اخبار الاخیار، ذار المصنفین، غایۃ الاوطار اردو شرح درالمختار، تذکرۃ الاولیا، فتاوے برہنہ، تقریب التہذیب، شرح سفر السعادہ وغیر ذلک''** شامل ہیں۔

یہ کتاب اول تا آخر مولوی صاحب کی بے پناہ محنت اور علمی تبحر کی عکاسی کرتی ہے اور بلاشبہ انھوں نے حنفی فقہا اور علما کو رہتی دنیا تک بقائے دوام بخشا ہے۔ انھوں نے مستند روایات اور حوالہ جات سے اسے مزین کیا اور مخالفین کے منہ بند کر دیے۔

کتاب کی زبان ایک عالم فاضل کے قلم سے نکلے الفاظ کی آئینہ دار ہے بالخصوص امام ابوحنیفہ کے متعلق ان کی رقم کردہ معلومات قابلِ دید اور لائق تحسین ہیں۔

مولوی فقیر محمد کے گہوارہ علم وادب میں جنم لینے والی دوسری شخصیت ان کی بیٹی غلام زینب ہیں جو ان کی دوسری بیوی جنت بی بی کے ہاں ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئیں۔ یہ شخصیت اردو افسانہ نگاری میں اپنے منفرد اندازِ تحریر کی بدولت مسز عبدالقادر کے نام سے مشہور ہوئیں۔ مسز عبدالقادر بچپن سے مطالعے کی شوقین تھیں اگرچہ انھوں نے باقاعدہ تعلیم تو حاصل نہیں کی تھی مگر گھر پر ہی ان کی مناسب تعلیم وتربیت کا بندوبست کر دیا گیا تھا۔ انھیں کتابوں سے حد درجہ لگاؤ تھا اور دل چسپی کا محور مذاہب کا مطالعہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے انجیل، تورات، زبور اور قرآن مجید کا تفصیلاً مطالعہ کیا۔ ہندو مت کے حوالے سے بھی ان کی معلومات کا ذخیرہ وسیع تھا خاص طور پر انھوں نے اپنے ناول ''تخت باغ'' کو تحریر کرنے سے پہلے ہندومت اور اس کی شاخوں کا تفصیلاً جائزہ لیا۔ اگرچہ ان کی کم عمری میں شادی کر دی گئی اور گھریلو ذمہ داریوں کا بوجھ ان پر پڑ گیا مگر علم وادب سے لگاؤ برقرار رہا۔ وہ سیاحت کی شوقین تھیں۔ اس سے ان کے مشاہدے اور معلومات میں اور بھی اضافہ ہوا۔

مسز زینب ابتدا میں افسانے لکھ کر ضائع کر دیتیں مگر سراج الدین ظفر نے اتفاقاً ان کے چند افسانے پڑھ لیے اور چھپوا بھی دیے۔ اس کے نتیجے میں مسز عبدالقادر کو بے پناہ پذیرائی ملی۔ مسز زینب لکھتی ہیں:

> ''...... میں افسانے لکھنے لگی لیکن بہت عرصہ تک انھیں شائع کرانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ مجھے خوف تھا کہ مبادا میرے افسانوں پر مسلمان لوگ نکتہ چینی کریں۔ دوسرے مجھے اپنی والدہ محترمہ کے ان مذہبی عقائد کا بھی خاص احترام تھا جو کہ دیوانگی کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔ اس لیے میں جو بھی افسانہ لکھتی اسے ضائع کر دیا کرتی۔ لیکن میرے چند افسانے نہ جانے کس طرح ظفر کے ہاتھ لگ گئے تھے۔ اس نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی مختلف رسالوں میں شائع کرا دیے۔ میرے افسانے بہت مقبول ہوئے۔ لوگوں نے مجھے مبارک باد کے خطوط لکھے۔ شائقین کی حوصلہ افزائی سے میرا دل بڑھ گیا۔''(۷)

مسز زینب عبدالقادر کا تخلیقی اثاثہ چار افسانوی مجموعوں اور ایک ناول پر مشتمل ہے۔ پہلا مجموعہ ''لاشوں کا شہر و دیگر افسانے'' ہے۔ اس میں سات افسانے ہیں۔ انتساب سراج الدین ظفر کے نام ہے جب کہ شوکت تھانوی نے افسانوں پر اپنی آرا بھی دی ہے۔ یہ مجموعہ ۱۹۳۵ء میں منظرِ عام پر آیا اور ۲۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ افسانوں میں راکھشش، معلم کا راز، گلناز، زیتون، لاشوں کا شہر، آواگون، یوم محبت شامل ہیں۔

دوسرا مجموعہ ''صدائے جرس و دیگر افسانے'' ہے۔ یہ ۱۹۷۳ء میں استقلال پریس نے طبع کیا۔ انتساب ان کے شوہر عبدالقادر کے نام ہے اور ۲۲۴ صفحات پر مبنی ہے۔ یہ کل آٹھ افسانوں پر مشتمل ہے جو مختلف رسالوں اور مقامات پر تحریر

ہوئے۔ ہر افسانے کے ساتھ مقام اور تحریر درج ہے۔ افسانوں میں صدائے جرس، منوہر، سادھ کا بھوت، ایفائے عہد، داغِ معصیت، بلائے ناگہاں، ارواحِ حبشہ اور پاداشِ عمل شامل ہیں۔ تیسرا مجموعہ ''راہبہ اور دوسرے افسانے'' ہے۔ اس کا انتساب مولوی فقیر محمد کے نام ہے۔ یہ تین افسانوں راہبہ، کاسئہ سر اور شگوفہ پر مبنی ہے۔ راہبہ طویل افسانہ ہے اور یہ بھی استقلال پریس لاہور سے شائع ہوا۔

چوتھا مجموعہ ''وادیٔ قاف'' ہے۔ یہ چار افسانوں پر مشتمل ہے۔ اسے ایم ظہیر الدین پرنٹرز و پبلشرز نے استقلال پریس لاہور سے طبع کروا کر اردو بک اسٹال لاہور سے شائع کیا۔ افسانوں میں رُبانہ، ناگ دیوتا، وادی قاف اور رسیلا شامل ہیں۔ اس کا انتساب انھوں نے ان مناظر کے نام کیا جو ان کی افسانوی عمارات کی سنگِ بنیاد ہیں۔

مسز زینب عبدالقادر نے دو ناول لکھے۔ تختِ باغ جو ۱۹۶۰ء میں پاکستان ٹائمز پریس نے شائع کیا اور ''دامنِ کوہ'' نامکمل اور غیر مطبوعہ ہے۔ وہ مصنفہ کے صاحب زادے کے پاس محفوظ تھا۔ دامنِ کوہ کا موضوع اور مواد ٹیکسلا کے کھنڈرات اور گندھارا آرٹ و تہذیب ہے۔

مسز زینب کے افسانوں کے موضوعات معاشرے کے مختلف مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہ پراسرار، طلسماتی اور خوف ناک فضا تخلیق کر کے قاری کو دیومالائی دنیا میں لے جاتی تھیں۔ انھوں نے کبھی فحاشی، عریانی اور جنسیت کو موضوع نہیں بنایا۔ ان کا رویہ سماجی اور اصلاحی ہے۔ نمایاں موضوعات میں معاشرتی ریاکاری، خود غرضی اور خواہشِ نفسانی کی پیروی کی مذمت، لڑکے اور لڑکی کی مرضی کے بنا شادی، ذات برادری، مال و دولت، جاہ و حشم کی چاہ، ضعیف الاعتقادی اور توہماتِ باطلہ کی تکذیب ہے۔ ان کا ناول بھی مذہبی عقائد، تہواروں، سماجی برائیوں بالخصوص ہندو سماج کے تضادات اور تناقصات کی غمازی کرتا ہے۔

مسز عبدالقادر ''تختِ باغ'' ناول، لاہور، پاکستان ٹائمز پرنٹرز ۱۹۶۰ء ص ۱۹ پر لکھتی ہیں:

> ''وہ لوگ اس عقیدے کے مالک تھے کہ لڑکی اور گائے اپنی قسمت کی مالک نہیں ہوسکتیں بلکہ اس کی قسمت کا مالک ہو ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں اس کی باگ دوڑ ہو۔'' (۸)

مسز زینب کے افسانے ایک حساس دل و دماغ رکھنے والی خاتون اور تفکر آمیز شخصیت کی عکاسی کرتے ہیں۔ جس دور میں اردو افسانہ نت نئی تبدیلیوں سے گزر رہا تھا اور مغربی ادب کے اثرات سے متاثر ہو رہا تھا، مسز زینب نے اپنی مخصوص راہ نکالی اور ایک مخصوص انداز اختیار کیا۔ ان کے پراسرار، محیر العقول اور طلسماتی افسانوں کو تعریف اور ستائش ملی۔ غالباً اس کی وجہ افسانے میں مضبوط کہانی کا ہونا تھا۔

احمد حسین صدیقی ''دبستانوں کا دبستان کراچی'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''......مسز (زینب) عبدالقادر بھی ادبی حلقوں میں افسانہ نگار کی حیثیت سے بہت شہرت رکھتی تھیں۔ ان کے ناول راہبہ، صدائے جرس، وادیِ قاف، لاشوں کا شہر وغیرہ بھی بہت مشہور ہوئے۔

پرانے وقت کے یہ افسانے آج بھی شوق سے پڑھے جاتے ہیں۔ان کی والدہ مسز زینب عبدالقادر کو
تصنیف کا شوق اپنے والد مولوی فقیر محمد سے ملا۔''(۹)

اس اقتباس میں دو سقم ہیں۔ پہلا تو یہ کہ راہبہ، صدائے جرس، وادی قاف اور لاشوں کا شہر مسز عبدالقادر کے ناول نہیں بل کہ افسانے ہیں۔دوسرا مسز زینب کے افسانے پرانے وقتوں کے قرار نہیں دیے جاسکتے کیوں کہ ان کا پہلا مجموعہ ۱۹۳۵ء میں طبع ہوا اور یہ وہ زمانہ ہے جب اردو ادب جدید نظریات سے بہرہ مند ہو چکا تھا۔ پراسرار، طلسماتی فضا کو پرانے وقت کی کہانی قرار نہیں دیا جا سکتا کیوں کہ عصرِ حاضر تک یہ روایت افسانہ نگاری میں موجود ہے۔نیکی بدی کی آویزش، روحانی تصورات، مذہبی اعتقادات اور توہمات وغیرہ کا بیان آج کی لکھی جانے والی کہانیوں کا بھی حصہ ہے۔لہٰذا مسز زینب عبدالقادر کے افسانے اور ناول عہدِ حاضر کے نظریات سے بھی ہم آہنگ ہیں اور بلاشبہ یہ اردو نثر میں اہم اضافہ ہیں۔

سراج الدین ظفؔر نے مسز زینب کے بطن سے جنم لیا جو تخلیقی صلاحیتوں سے مالا مال تھیں۔ظفؔر نے علمی و مذہبی ماحول میں پرورش پائی۔ان کے والد کی وفات کے باوجود والدہ نے ان کی تعلیم کے ضمن میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ظفؔر نے ایف سی کالج سے بی۔اے کیا اور پھر ایل ایل بی کے بعد وکالت کی مگر جلد ہی اس سے اکتا گئے اور ہوابازی کی تربیت کے بعد متحدہ ہندوستان کے پہلے نوعمر ہواباز بن گئے۔انھوں نے جنگ عظیم دوم میں بھی شجاعت و بہادری کے جوہر دکھائے۔ بعدازاں فیروزسنز سے وابستہ ہو گئے اور ساری عمر کتب کی نشر و اشاعت اور تصنیف و تالیف میں صرف کر دی۔

ظفؔر نے زمانہ طالب علمی سے نظم گوئی کا آغاز کیا۔ابتدا میں وہ سیاسی نظمیں لکھتے تھے جو روزنامہ ''سیاست'' میں ان کے قلمی نام سے شائع ہوتیں اور داد و تحسین پاتیں۔

شورش کاشمیری رقم طراز ہیں:

''یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ اس نوجوان غزل گو کی شاعری کا آغاز نظم سے ہوا۔ یہ روزنامہ
''سیاست'' میں اکثر و بیشتر سیاسی نظمیں لکھتے تھے۔ظفؔر ان کا تخلص نہیں تھا بلکہ ان کے نام کا جزو تھا۔
ان کے بھائیوں کے نام بھی مغلی انداز کے ہیں.....''(۱۰)

ظفؔر نے قیامِ پاکستان کے بعد غزل گوئی پر زیادہ توجہ دی اور خود کو بحیثیت غزل گو شاعر منوا کر منفرد اندازِ سخن اختیار کرتے ہوئے مستحکم مقام حاصل کیا۔انھوں نے کلاسیکی روایت اور جدیدیت کی آمیزش سے غزل کو فروغ دیا۔ان کے دو شعری مجموعے ''زمزمۂ حیات'' اور ''غزال و غزل'' ان کی وجۂ شہرت ہیں۔ ان کا کلام فکری اور فنی اعتبار سے اعلا خصوصیات کا حامل ہے۔ظفؔر نے نظم، غزل، مثنوی، رباعی اور قطعات میں طبع آزمائی کی۔مگر روایتِ شعری کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھا۔انھیں اختصاص غزل کی بدولت حاصل ہوا۔ ان کا غزلیہ کلام خمریاتی تلازمات اور متحرک جمالیات کا غماز ہے۔غزل گوئی کا فن مخصوص موضوعات، لفظیات اور اسلوب کا متقاضی ہے اور ظفؔر کے ہاں یہ بدرجہ اتم موجود ہے۔ان کا خود کہنا ہے:

ڈھونڈو کوئی نئی روشِ شاعری ظؔفر
اُسلوب دوسروں کا گوارا نہیں ہمیں

سراج الدین ظؔفر کے شاگرد انور شعور نے کہا:

''میرے شفیق استاد حضرت سراج الدین ظفر مرحوم و مغفور اردو میں اپنی طرز کے واحد شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو شراب و شباب تک محدود رکھا اور اس سلسلے میں ایسے کمال کے شعر کہے کہ پوری اردو شاعری میں نظر نہیں آتے۔''(۱۱)

ظؔفر کے اشعار میں اگرچہ خمریات سے متعلقہ اشعار کی کثرت ہے مگر اگر تفصیلاً مطالعہ کیا جائے تو سیاسی، معاشرتی، فلسفیانہ، متصوفانہ، اخلاقی اور کیفیاتِ عشق و محبت پر مبنی اشعار کی بھی کثرت ہے۔ انھوں نے خود کو کسی تحریک سے وابستہ کیے بغیر ایک الگ رنگِ سخن اختیار کیا۔

ظؔفر کی شاعری کسی مخصوص نظامِ فکر کو پیش نہیں کرتی بل کہ ان کی اندرونی کشاکش کی ترجمان ہے۔ ان کے ہاں ہجرت کے المیے اور فسادات کے ذکر کی بجائے حوصلہ مندی، امید پروری اور خوش طبعی ملتی ہے۔ ان کا رنگِ سخن حافؔظ کی سرمستی لیے ہوئے ہے۔ علاوہ ازیں عاشقانہ نیازمندی، انفرادی لہک اور بے باکی ان کے کلام کا جزو ہے۔

اے جانِ ظؔفر حافظ و سعدی کی قفا میں
اب وارثِ مے خانہ شیراز ہمیں ہیں

ظؔفر کا جمالیاتی تجربہ ان کے فکر و وجدان کے مرہونِ منت ہے۔ ان کی تشبیہات، استعارے، تراکیب اور علامتی پیکر حرکت و عمل کی فراوانی رکھتے ہیں۔ ظؔفر کا کلام میدانِ حرب سے لے کر کارزارِ حیات کا گہرا شعور رکھتے ہیں۔

ہمارا جہل ہوا آشنائے خلوتِ راز
جو اہل علم تھے مردودِ بارگاہ رہے

ان کے کلام میں زاہد، فقیہ، شیخ اور واعظ پر طنز ملتا ہے جو روایت کے زیرِ اثر ہے مگر نئے عصری تناظر کے پس منظر کے ساتھ ہے۔

خواجہ کی ریاکاری پہ جائے نہ کوئی
ہاتھ آئے جو اس کے تو خدا بھی بِک جائے

ظؔفر کا کلام فنی اور تکنیکی لحاظ سے عمدہ تخلیق کا نمونہ ہے۔ ان کی رباعیات بہت اعلا پایہ ہیں۔ مثنوی میں قدیم رنگ کی بجائے موضوعات اور اندازِ بیان کی جدید تصویریں نظر آتی ہیں۔ یہ فنی اور تکنیکی سطح پر یہ بہت بلند ہیں۔ غزلیہ کلام میں ان کا رجحان مردّف غزلوں کی جانب ہے اور ردیف کے چناؤ میں اختصار کا پہلو نمایاں ہے۔ تشبیہات میں باصرہ کا استعمال زیادہ ہے۔ لامسہ اور سامعہ تشبیہات کی بھی کثرت ہے۔ ظؔفر کے کلام کا ایک نمایاں پہلو ان کی اپنی ذات کا مرکز ہونا ہے۔ وہ اپنے

بت کے سحر میں مبتلا نظر آتے ہیں۔صنائع کا استعمال بھی عمدہ ہے۔نمایاں صنعتوں میں تلمیح، تضاد، تدبیج، مراۃ النظیر، صنعت ترصیع، تکرار، تجنیس، لف ونشر، جمع، تقسیم، تصلیف، حسنِ تعلیل، اشتقاق، تعجب، ہجو، سیاق الاعداد، تعلّی، مبالغہ اور سوال و جواب کے علاوہ تفریق، ایہام تناسب، ذوالقوافی کا استعمال ان کی شاعرانہ صلاحیتوں کی مثال ہے۔ظفؔر کے ہاں مخصوص لفظیات اور تراکیب بھی ان کے ذوقِ شعری کی ترجمانی کرتی ہیں۔ ماہر نجوم کی حیثیت سے اس علم سے متعلقہ کئی الفاظ و تراکیب ان کے کلام کا حصہ ہیں۔

ظفؔر کا کلام مناظرِ فطرت اور زندگی کی ترنگ لیے ہوئے ہے۔ان کے ہاں مترنم بحور کا استعمال کثرت سے ملتا ہے۔ان میں بحرِ مضارع، بحرِ مجتث، بحرِ ہزج، بحرِ رمل اور بحرِ متقارب فروعی اور اصلی شکلوں میں موجود ہیں۔ظفؔر کا کلام جلال و جمال کی آمیزش کی نکھری ہوئی صورت ہے۔

ایک ہی چیز کے دو رُخ ہیں جمال اور جلال
ایک ہی شے سے خمیرِ گل و پروانہ اُٹھا

ظفؔر کی شاعرانہ خدمات اور صلاحیتوں کے اعتراف میں ان کے مجموعہ کلام ''غزال وغزل'' کو آدم جی ادبی ایوارڈ سے نوازا گیا۔ظفؔر اردو کے علاوہ فارسی اور انگریزی میں بھی شعر کہتے تھے۔ نیو ورلڈ رائٹنگ نیویارک سے ان کا انگریزی کلام شائع ہوتا رہا اور ریویو آف ریویوز لنڈن سے ان پر تبصرہ بھی پیش ہوا۔

سراج الدین ظفر نے نثر میں بھی اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ان کے افسانوں کا مجموعہ ''آئینے'' معاشرے کے تضادات، مسائل اور تناقصات کو پیش کرتا ہے۔ یہ افسانے طنز و مزاح پر مبنی ہیں مگر طنز کا عنصر مزاح پر غالب ہے۔ظفؔر کی دیگر تصنیف اور تالیف میں ''جمعیت الاقوام پر ایک نظر''، ''تاریخ ہندو پاکستان''، ''صحیفۂ ادب''، ''نقوشِ ادب''، اور بچوں کے قاعدے وغیرہ شامل ہیں۔

ظفؔر کے اعزازات کی فہرست بھی کافی طویل ہے۔ وہ انجمن ناشران و تاجران کتب، کراچی بک پبلشرز ایسوسی ایشن کے صدر رہے۔۱۹۵۷ء میں جسٹس آف پیس بنے۔۱۹۶۰ء میں فلم سنسر بورڈ کے کارکن رہے۔علاوہ ازیں بک سنٹر آف پاکستان کے رکن نامزد ہوئے۔۱۹۶۱ء میں تمغہ خدمت پایا۔ بزمِ سخنوراں کے نائب صدر رہے۔ان کا تاحیات مختلف ادبی انجمنوں سے خاص تعلق رہا۔

مختصراً سراج الدین ظفر اور ان کا گھرانا علمی و ادبی خدمات کے ضمن میں ناقابلِ فراموش ہے۔اس خانوادے میں اخلاقی، مذہبی اور ادبی اقدار کی پاس داری کے ساتھ ساتھ مثبت اور دل کش انداز سے ادب اور علم سے محبت کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔اس خانوادے کی زندگی کے اوقات اسی خدمت کے لیے وقف رہے اور انھوں نے آنے والی نسلوں کے لیے ایسا علمی اثاثہ چھوڑا جو نہ صرف ان کے لیے کارآمد ہے بل کہ ادبی سطح پر بھی ترقی کا غماز ہے۔

حواشی

۱۔ انجم شہباز سلطان: تاریخِ جہلم؛ جہلم، بک کارنر، س ن؛ ص ۲۶۵۔
۲۔ نسیم کوثر: مسز زینب عبدالقادر احوال و آثار، (مقالہ برائے ایم فل) اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ۱۹۹۴ء؛ ص ۴۔
۳۔ فقیر محمد جہلمی: حدائق الحنفیہ، کراچی، مکتبہ ربیعہ، س ن؛ ص ۲۲۔
۴۔ تاریخِ جہلم، ص ۲۶۶۔
۵۔ حدائق الحنفیہ؛ ص ۳۔
۶۔ خورشید احمد خان (مرتب) حدائق الحنفیہ؛ ص ۲۲۔
۷۔ احمد ندیم قاسمی: نقوشِ لطیف، لاہور، ٹریک اینڈ ٹائی پرنٹرز، ۱۹۶۰ء؛ ص ۱۶۔
۸۔ مسز عبدالقادر: تختِ باغ، لاہور، پاکستان ٹائم پرنٹرز، ۱۹۶۰ء؛ ص ۱۹۔
۹۔ احمد حسین صدیقی، دبستانوں کا دبستان کراچی، کراچی، احمد حسین اکیڈمی، ۲۰۰۲ء؛ ص ۲۰۸۔
۱۰۔ شورش کاشمیری: مشمولہ مجلّہ بیادگارِ سراج؛ کراچی، پاکستان رائٹرز گلڈ، ۱۹۷۲ء؛ ص ۴۳
۱۱۔ انور شعور سے ٹیلی فونک مکالمہ: ۲۵/ جون ۲۰۱۴ء۔